جلد ۱۹ شمارہ ۶

خلافت لائبریری ربوہ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۵۷ ہش

جون ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر :
سید عبدالحی

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۳

— پنس

نَحْنُ اَنْصَارُ [illegible]

مجلس انص

ماهنامہ

انص

• احسا

• رجب

• جون

قیمت سالانہ
دس روپے —

خلافت لائبریری ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

• احسان ۱۳۵۷ ہش
• رجب ۱۳۹۸ ہجری
• جون ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
سید عبد الحی

قیمت سالانہ دس روپے — فی پرچہ ایک روپیہ

فہرست مضامین

• فلاح دارین کے حصول کا طریق — حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲
• ملفوظات " " " ۶
• عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۷
• فارسی منظوم کلام " " " ۸
• شمائل شریفہ ۹
• ۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام — مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر ۱۲
• حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندوستان تبت اور کشمیر کی سیاحت — سید عبد الحی ۱۵
• ہیگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی دینی و جماعتی مصروفیات ۱۸
• انصار اللہ کا عہد ۱۹
• حضرت مسیح علیہ السلام وادی کشمیر میں — جناب شیخ عبد القادر صاحب ۲۱
• دانائے کونین کے ارشادات — مکرم غلام رسول صاحب اعوان ۲۶
• اسلام کے یورپ پر احسانات — مکرم سعود احمد خان صاحب ۲۹
• جزائر فجی سے ایک مکتوب انصار اللہ کے نام ۳۶
• رپورٹ اجتماع انصار اللہ شادیوال ۳۷ تا ۴۰
• " " " سول کوارٹرز پشاور

پبلشر ... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام ... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
اشاعت ... دار النصر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۶

احسان ۱۳۵۷

فلاحِ دارین کے حصول کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاحِ دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو اور کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ۔ تب البتہ کامیاب ہو گے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؏

سخن کز دل بیروں آید نشیند لاجرم بر دل

پس پہلے دل پیدا کرو۔ اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو۔ تو عملی طاقت پیدا کرو۔ کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ زبان سے قیل و قال کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔ بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب رسول اللہ اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو۔ مگر جو ان کے اپنے اعمال ہیں اور جو کرتوت وہ خود کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے کر لو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے؟

کہنے سے پہلے خود عمل کرو

اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے۔ اور کہنے سے پہلے خود کرتے۔ تو قرآن شریف میں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ (الصف) کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور رہیں گے۔

تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو۔ اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اسی لئے تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ کے حصہ میں آئی۔ اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی. اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپؐ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی

میری ان باتوں پر عمل کرو

میری باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو ان باتوں پر عمل کرو۔ اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو۔ تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو۔ اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو۔ اس لئے کہ آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بنا پر ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں۔ تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے.

علوم جدیدہ کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کرو

مَیں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں۔ کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے۔ اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

سچا فلسفہ قرآن میں ہے

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ان کو اور صرف انہی کو دیا جاتا ہے۔ جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔

جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعلق نکل جاتا ہے۔ اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

علوم جدیدہ کو اسلام کے تابع کرنا چاہیئے

پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو۔ اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے۔ اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا۔ اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے۔ وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے۔ اور اسلام سے دور جا پڑے۔ اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے۔ الٹا اسلام کو ان علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کرکے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ پس یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے۔ جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

یکطرفہ علوم کی تحقیقات میں منہمک ہونے کا نتیجہ

بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں پادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ پندرہ روز تو حسن ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے رسوم اسلام کا پابند رہتا ہے لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسلام کو دور چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے۔ اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے۔ یکطرفہ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا۔ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے۔ کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے۔ جب محض دینی خدمت کی نیت سے اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مرد خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی کہتا ہے کہ اس دہریت و نیچریت کے پھیلنے کی یہی وجہ ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کے زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی فلسفی ہیئت دانوں کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یا ان کا جواب دینے کے لئے اسلام اور آسمانی نور کو عاجز سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مجیب قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے بھی دور جا پڑتے ہیں۔ اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں۔ جو ایک وقت آ کر اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے تو دہریت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اور وہی زنگ دل کو دیتا ہے جس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

آج کل کے تعلیم یافتوں پر ایک اور بڑی آفت

آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں۔ تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ان کو ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں۔

تعلیم و تربیت دینی بچپن میں ہو

یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں۔ لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں۔ اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔

مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص تو یہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتدا سے ہی ہو۔ اور میری ابتدا سے ہی یہ خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔

راستباز اور متقی بنو

ذرا سوچو اور سمجھو۔ خدا کے واسطے عقل سے کام لو۔ اور اس لئے کہ عقل میں جودت اور ذہانت پیدا ہو۔ راستباز اور متقی بنو۔ پاک عقل آسمان سے آتی ہے۔ اور اپنے ہمراہ ایک نور لاتی ہے۔ لیکن وہ جوہر قابل کی تلاش میں رہتی ہے۔ اس پاک سلسلہ کا قانون وہی قانون ہے۔ جو ہم جسمانی قانون میں دیکھتے ہیں۔ بارش آسمان سے پڑتی ہے۔ لیکن کوئی جگہ اس بارش سے گلزار ہوتی ہے اور کہیں کانٹے اور جھاڑیاں ہی اگتی ہیں۔ اور کہیں وہی قطرۂ بارش سمندر کی تہ میں جا کر گوہر شاہوار بنتا ہے۔ بقول کسے ع

در باغ لالہ روید در شورہ بوم و خس

اگر زمین قابل نہیں تو بارش کا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ الٹا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ اسی لئے آسمانی نور اترا ہے اور وہ دلوں کو روشن کرنا چاہتا ہے اس کے قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تا ایسا نہ ہو کہ بارش کی طرح کہ جو زمین جوہر قابل نہیں رکھتی وہ اس کو ضائع کر دیتی ہے تم بھی باوجود نور کے تاریکی میں چلو۔ اور ٹھوکر کھا کر اندھے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جاؤ۔" (تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

ہماری جنّت

بُعِثْتُ مِنَ اللّٰہِ الرَّحِیْمِ لِخَلْقِہٖ　　لِاُنْذِرَ قَوْمًا غَافِلِیْنَ وَاُخْبِرُ

وَذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ الْکَرِیْمِ وَلُطْفِہٖ　　عَلٰی کُلِّ مَنْ یَّبْغِی الصَّلَاحَ وَیَشْکُرُ

اَرَی النَّاسَ یَبْغُوْنَ الْجِنَانَ نَعِیْمَھَا　　وَاَحْلٰی اَطَایِبِھَا الَّتِیْ لَا تُحْصَرُ

وَاَبْغِیْ مِنَ الْمَوْلٰی نَعِیْمًا یَسُرُّنِیْ　　وَمَا ھُوَ اِلَّا فِیْ صَلِیْبٍ یُکَسَّرُ

وَذٰلِکَ فِرْدَوْسِیْ وَخُلْدِیْ وَجَنَّتِیْ　　فَاَدْخِلْنِ رَبِّیْ جَنَّتِیْ اَنَا اَضْجَرُ

- مجھے خدائے رحیم کی طرف سے اُس کی مخلوق کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ تاکہ میں غافل قوم کو آگاہ کرکے اسے انتباہ کروں
- میرا آنا خدائے کریم کا فضل اور احسان ہے ان تمام لوگوں پر جو احسان کے طلبگار اور قدردان ہیں۔
- میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ بہشت اور اُس کی نعماء اور اُس کی بے پایاں شیریں لذات کے طلب گار ہوتے ہیں۔
- اور میں بھی اپنے مولیٰ سے ایک ایسی جنّت کا طالب ہوں جو مجھے مسرور کرے اور وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ صلیب کا غلبہ ٹوٹ جائے۔
- یہی میرا فردوس، یہی میرا خلد بریں اور یہی میری جنّت ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے میری جنّت میں داخل فرما کہ میں بے قرار ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

کامِ دل

ہر دم فلک شہادتِ صدقم ہمی دہد — زیں غم کدام غم کہ زمیں گشت منکرم

واللہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار — بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت — از بہرِ چارہ اش بخدا نہرِ کوثرم

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب — ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

یا رب بزاریم نظرے کن بلطف و فضل — جز دستِ رحمتِ تو دگر کیست یاورم

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفٰے — ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

(ازالہ اوہام)

- فلک ہر دم میری سچائی کی گواہی دے رہا ہے۔ مجھے اس بات کا کیا غم کہ زمین میری منکر ہو گئی ہے۔
- خدا کی قسم! میں خدائے کردگار کی طرف سے کشتی نوح کی مانند ہوں وہ بدقسمت ہے جو میرے لنگر سے دور ہے۔
- یہ آگ جس نے آخری زمانہ کا دامن جلا دیا ہے۔ خدا کی قسم میں اس کے علاج کے لئے نہر کوثر ہوں۔
- میں رسول نہیں ہوں اور نہ کوئی کتاب لایا ہوں۔ ہاں صاحبِ الہام ہوں اور خداوند کی طرف سے نذیر
- اے میرے رب میری گریہ وزاری پر اپنے لطف و کرم کی ایک نظر فرما۔ تیرے دستِ رحمت کے سوا کون میرا مددگار ہے۔
- میری جان دینِ مصطفٰے (صلے اللہ علیہ وسلم) کی راہ میں فدا ہو۔ یہی میرے دل کی تمنا ہے کاش یہ میسر آجائے۔

شمائل شریفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور عادات مبارکہ

حضرت امام جلال الدین السیوطی نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ان تمام احادیث کو مذکورہ عنوان کے تحت جمع کیا ہے جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو نمایاں ہوتے ہیں ماہنامہ انصاراللہ کے قارئین کرام کے لئے ان احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱- كَانَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ (بخاری)

جب سردی شدید ہوتی تو حضور (ظہر و عصر کی) نمازیں اوّل وقت پڑھاتے اور جب گرمی شدید ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھاتے۔

۲- كَانَ إِذَا أَشْفَقَ مِنَ الْحَاجَةِ يَنْسَاهَا رَبَطَ فِي خِنْصَرِهِ أَوْ فِي خَاتَمِهِ الْخَيْطَ (سنن سعید بن منصور)

حضورؐ کو جب اندیشہ ہوتا کہ وہ کسی کام کو بھول نہ جائیں تو اپنی چھنگلی یا انگوٹھی سے (یاد داشت کے لئے) دھاگا باندھ لیتے۔

۳- كَانَ إِذَا أَصَابَهُ رَمَدٌ أَوْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِبَصَرِي وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّي وَأَرِنِي فِي الْعَدُوِّ ثَارِي وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِي (مستدرک للحاکم)

جب حضورؐ کو آنکھوں میں کچھ تکلیف ہوتی یا حضورؐ کے کسی صحابی کی آنکھیں دکھتیں تو ان الفاظ میں دعا فرماتے۔ "اے اللہ میری بینائی سے مجھے متمتع فرما۔ اور اس کو میرا وارث بنا۔ مجھے ان آنکھوں سے

دکھا کہ دشمن سے میرا بدلہ چکا لیا گیا ہے۔ اور میری نصرت فرما اس کے خلاف جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے

۴۔ كَانَ إِذَا أَصَابَهُ غَمٌّ أَوْ كَرْبٌ يَقُوْلُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ ۔ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ حَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ حَسْبِيَ الَّذِيْ هُوَ حَسْبِيْ ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ (سنن سعید بن منصور)

حضورؐ کو جب کوئی غم یا بے چینی ہوتی تو فرماتے بندوں کے مقابل میرا رب میرے لئے کافی ہے۔ مخلوقات کے مقابل خالق میرے لئے کافی ہے۔ رزق کی محتاج مخلوق کے مقابل رازق میرے لئے کافی ہے۔ میرے لئے وہ ذات کافی ہے جو حقیقت میں میری کفیل ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ میرے لئے وہ اللہ کافی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ اور وہی عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔

۵۔ كَانَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسٰى يَدْعُوْ بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَجْأَةِ الْخَيْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فَجْأَةِ الشَّرِّ فَإِنَّ الْعَبْدَ لَا يَدْرِيْ مَا يَفْجَؤُهُ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسٰى (مسند ابی یعلی)

حضورؐ ہر صبح اور شام یہ دعائیں پڑھتے۔ اے اللہ میں تجھ سے اچانک حاصل ہونے والی خیر کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ناگہانی آفت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ صبح یا شام اسے اچانک کیا پیش آنا ہے۔

۶۔ كَانَ إِذَا اطَّلَعَ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَذَبَ كِذْبَةً لَمْ يَزَلْ مُعْرِضًا عَنْهُ حَتّٰى يُحْدِثَ تَوْبَةً (مسند احمد بن حنبل)

حضورؐ کو جب یہ علم ہو جاتا کہ آپ کے خاندان میں سے کسی فرد نے کوئی جھوٹی بات کہی ہے۔ تو اس وقت تک اس شخص سے اعراض فرماتے جب تک وہ توبہ نہ کر لیتا۔

۷۔ كَانَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ (ترمذی)

حضورؐ جب عمامہ باندھتے تو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اس کو ڈھیلا چھوڑ دیتے۔

۸۔ كَانَ إِذَا اهْتَمَّ أَخَذَ لِحْيَتَهُ بِيَدِهِ يَنْظُرُ فِيْهَا

(سنن سعید بن منصور)

حضورؐ جب مغموم ہوتے تو ہاتھ سے ریش مبارک پکڑ کر اسے دیکھتے رہتے۔

۹۔ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَعَانَنِيْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِيْ فَأَفْطَرْتُ۔
(البیہقی)

حضورؐ جب روزہ کھولتے تو فرماتے اللہ کا شکر ہے جس نے میری امداد فرمائی اور میں روزہ رکھ سکا۔
اور جس نے مجھے رزق دیا تو میں روزہ کھول سکا۔

۱۰۔ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ عِنْدَ قَوْمٍ قَالَ أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ
الْأَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضورؐ جب کسی قوم کے ہاں روزہ کھولتے تو (ان کو دعا دیتے ہوئے) فرماتے (خدا کرے) تمہارے ہاں
روزہ دار افطار کریں۔ اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں۔ اور تم پر فرشتے نازل ہوں

۱۱۔ كَانَ إِذَا اكْتَحَلَ اِكْتَحَلَ وِتْرًا (مسند احمد بن حنبل)
حضورؐ جب (آنکھوں میں) سرمہ ڈالتے تو طاق بار ڈالتے۔

۱۲ كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ (مسند احمد بن حنبل)
حضورؐ جب کھانا کھا چکتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ لیتے۔

۱۳۔ كَانَ إِذَا أَكَلَ لَمْ تَعْدُ أَصَابِعُهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ (ترمذی)
حضورؐ جب کھانا کھاتے تو آپ کی انگلیاں اپنے سامنے سے آگے نہ بڑھتیں۔

۱۴۔ كَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ نَكَسَ رَأْسَهُ وَنَكَسَ أَصْحَابُهُ رُءُوْسَهُمْ
فَإِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ (مسلم)

حضورؐ پر جب وحی نازل ہوتی تو حضورؐ اپنا سر جھکا لیتے اور آپ کے صحابہ بھی سرنگوں ہو جاتے پھر جب یہ حالت جاتی رہتی تو سر اٹھا لیتے۔

۱۵۔ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ
السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (مسند احمد بن حنبل)

جب حضورؐ نماز پڑھ کر واپس آرہے ہوتے۔ تو تین بار استغفار پڑھ کر فرماتے۔ اے اللہ تو سلامتی والا
ہے۔ اور تجھ سے ہی سلامتی ملتی ہے۔ اے ذوالجلال والاکرام خدا تو ہی برکتوں والا ہے۔

۱۶ كَانَ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوِ الْقَمَرُ صَلَّى حَتّٰى تَنْجَلِيَ (طبرانی)
جب سورج یا چاند کو گرہن لگتا تو حضورؐ گرہن صاف ہونے تک نماز میں مصروف رہتے۔

— اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ —

جناب شیخ نور احمد صاحب فاضل

۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۵۔ حضرت مرزا امین بیگ صاحب بہالوجی سجے پور

مرزا امین بیگ صاحب حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کے مخلص مریدوں میں شامل تھے۔ اور آپ سے ان کے تعلقات وہ اسم عقیدت و محبت کے تھے جب حضرت پیر نعمانی صاحب حضرت امام الزمان کے زمرۂ متبعین میں شامل ہوگئے اور ان کی بیعت کرلی۔ تو مرزا امین بیگ صاحب کو توجہ ہوئی۔ تحقیق و جستجو کے بعد آپ پر خدا کے فضل سے یہ امر منکشف ہوگیا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی اور مسیح موعود ہیں اور وہ علامات آپ پر منطبق ہوتی ہیں جن کا ذکر پیشگوئیوں میں مذکور ہے۔ ابتدا میں ہی آپ مصدق ہوگئے تھے مگر قادیان کافی عرصہ بعد تشریف لے گئے۔ اور حضرت امام الزمان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے بیعت کے بعد ایک ماہ تک حضور کی صحبت میں رہ کر روحانی سکون و اطمینان حاصل کیا۔ اور حضور کے ملفوظات مبارکہ سے محظوظ ہوئے۔ پیغام حق پہنچانے کے لئے آپ نے قیام قادیان میں کافی علمی معلومات حاصل کرلیں۔

آپ اپنے علاقہ میں اکیلے ہی احمدی تھے۔ آپ کو انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے ہر ابتلا اور سختی کا مقابلہ بشاشت سے کیا۔ اور آپ جادۂ استقامت سے متزلزل نہ ہوئے بلکہ آپ ایمان و عقیدت میں غیر معمولی طور پر بڑھتے ہی چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اور بالالتزام ان کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت ہی شوق تھا۔ آپ کی تبلیغ سادہ ہوتی اور انتہائی خلوص کو لئے ہوئے تھی۔ لوگوں نے آپ کا نام مولوی مرزا امین بیگ رکھ دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کی طبیعت میں ظرافت کی چاشنی تھی۔ حضور علیہ السلام آپ کی ظرافت آمیز باتیں جن میں ایمان اور عقیدت کی جھلک ہوتی سنکر تبسم فرماتے۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے آپ کا نام ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں پانچویں نمبر پر رکھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

۶ - حضرت حکیم مولوی قطب الدین صاحب بدوملہوی

حضرت حکیم صاحب موصوف کا وطن مالوف چند سر تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ تھا۔ لیکن بعد میں آپ نے بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں سکونت اختیار کر لی تھی اس لئے آپ بدوملہی کہلاتے۔ آپ کی سیرت و سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حصول علم کا غیر معمولی شوق تھا اور ہر بات میں جستجو و تحقیق کا شغف تھا۔ آپ نے مختلف مقامات پر دینی تعلیم کو حاصل کیا۔ آپ حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مدرسہ میں بمقام لدھیانہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور اپنے قیام لدھیانہ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ تشریف لے گئے۔ تو لدھیانہ کے سٹیشن پر مکرم حکیم صاحب موصوف بھی حضور کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ جونہی میں نے حضور سے مصافحہ کیا تو میرے دل میں پہلی بات یہ القا ہوئی کہ آپ واقعی ایک بہت برگزیدہ شخصیت ہیں۔ آپ کے مبارک چہرہ پر نورہی نور تھا۔ جس کا تعلق دیکھنے سے تھا۔ زبان اس نور کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتی۔ اس تعلق بلکہ عشق و عقیدت کی وجہ سے آپ ۱۸۸۴ء میں حضور کی ملاقات اور صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت حکیم صاحب کا یہ سفر اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ حضرت حکیم صاحب حضور کے فدائی تھے اور آپ سے والہانہ عقیدت تھی۔ حضور نے ابھی مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تھا اس وقت سے ہی حکیم صاحب حضور سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ہندوستان کے مختلف اولیاء اور اہل اللہ کی زیارت کی اور اس غرض کے لئے آپ نے بمبئی اجمیر۔ کراچی۔ حیدر آباد دکن۔ کلکتہ کا سفر کیا اور مختلف بزرگوں سے ملاقات کی۔ مگر جو رنگ آپ نے قادیان میں حضرت امام الزمان کی ملاقات اور زیارت کا دیکھا وہ ان مقامات میں مفقود تھا۔

ایک دفعہ آپ نے قادیان کا سفر اختیار کیا۔ بٹالہ پہنچ کر آپ کو یہ خبر ملی کہ حضور آج کل یہاں پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان پر مقیم ہیں۔ آپ نے مکان پر پہنچ کر ملاقات کی۔ اور حکیم صاحب موصوف اپنے وطن واپس چلے گئے۔

۱۸۹۲ء میں آپ نے کتاب ازالۂ اوہام کا مطالعہ کیا۔ اور بدوملہی کے نمبردار کو لے کر آپ قادیان تشریف لے گئے۔ آپ کچھ عرصہ قادیان میں مقیم رہے۔ حضور کی صحبت مبارکہ اور فیوض و افاضات اور برکات سے مالا مال ہوئے۔ اور بیعت کر کے واپس چلے گئے۔ لیکن جلدی بدوملہی سے قادیان میں آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

آپ نے حضور کی سفارش اور وساطت سے حکیم محمد شریف صاحب کلانوری سے علم طب حاصل کیا۔ حکیم صاحب نے مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ ایک ایسے شخص کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ جس کو میں رد نہیں کر سکتا۔ یہاں سے حصولِ طب کے بعد آپ نے طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے قادیان میں اپنا مطب کھولا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم صاحب موصوف کا مطب احمدیہ چوک میں تھا اور مسجد مبارک کے راستہ میں تھا۔ آپ ایک مشہور طبیب تھے۔ راقم نے ان کے مطب میں غیر معمولی بھیڑ اور اژدھام دیکھا ہے عورتیں اپنے بچوں کو لے کر ان کے پاس علاج کے لئے آتی تھیں۔ بچوں کے علاج میں ماہر تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں شفا تھی۔ بالعموم علاج مفت ہی کیا کرتے۔ البتہ صاحب حیثیت لوگ اپنی خوشی سے خدمت کر دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کے مطب میں ہندوؤں اور سکھوں کو بھی بڑی کثرت سے علاج کراتے ہوئے دیکھا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ مرحومہ مجھے بچپن میں ان کے پاس لے جایا کرتی تھیں۔ اور حکیم صاحب بڑی محبت سے علاج کیا کرتے تھے۔ ان کی چٹکی اور آنکھ کا دارو زبان زدِ خلائق تھے بڑے ہی سادہ تھے۔ عموماً سر پر تنکوں کی ہلکی ٹوپی رکھتے تھے۔ دیسی جوتی پہنتے۔ داڑھی کو مہندی لگاتے آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ اور بہت ہی نمازی تھے۔

آپ اپنے مخصوص انداز میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد مبارک سے آپ مختلف شہروں میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ وعظ اور تلقین بڑے اچھے پیرایہ میں کیا کرتے۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے آپ کو ضلع گورداسپور میں تبلیغ کرنے کا ارشاد فرمایا اور ہدایت یہ دی کہ وعظ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے شروع کرنا چاہیئے۔ اور ختم بھی اسی پر کرنا چاہیئے۔

پادری عبد اللہ آتھم نے ایک مرتبہ اعتراض کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جس قدر معجزات یہاں نقل کئے جاتے ہیں ان کی بناء پر کسی شخص کو خدا تعالےٰ پر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب لکھوایا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اللہ تعالےٰ پر ایمان پیدا نہیں ہوتا تو میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ تم پورے دو سال میرے پاس آکر رہو۔ تمہاری رہائش اور خوراک کا خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ اس عرصہ میں اگر تم نے کوئی نشان نہ دیکھا تو میں دو صد روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کی مدد کروں گا۔ یہ خط حکیم صاحب مرحوم پادری عبد اللہ آتھم کے پاس لیکر گئے تھے۔ آپ کی وفات ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں بمقام راولپنڈی ہوئی۔ ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں آپ کا نام چھٹے نمبر پر ہے۔

سید عبدالحی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندوستان تبت اور کشمیر کی سیاحت چرچ یونیورسل کے معتقدات میں شامل ہے

امریکہ کی ریاست اوہائیو (OHIO) کے شہر (BELLEVILLE) میں ایک مذہبی گھرانے میں لیوی۔ ایچ ڈاؤلنگ (LEVI-H. DOWLING) نامی ایک بچہ ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوا۔ لیوی بچپن سے ہی مذہبی علوم سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ اسے کہا جا رہا ہے کہ تم ایک سفید شہر تیار کرو۔ چالیس سال تک مراقبے اور ریاضتوں میں مشغول رہ کر بقول اس کے وہ اس قابل ہو گیا کہ ابتدائے آفرینش سے ہونے والے واقعات کا کائناتی ریکارڈ (AKASHIC RECORD) پڑھ سکے۔ اس نے ایک انجیل THE AQUARIAN GOSPEL مرتب کی۔ اور اس کا کہنا ہے کہ اس انجیل کی تصنیف ہی سفید شہر کی تعمیر ہے۔ اس انجیل کی بنیاد پر عیسائیوں میں ایک نئے فرقے کا اضافہ ہوا جو چرچ یونیورسل کہلاتا ہے۔ لیوی کی وفات ۱۹۱۱ء میں ہوئی۔ اس کی انجیل کے بائیس باب ہیں چھٹے باب کا عنوان LIFE AND WORKS OF JESUS IN INDIA ہے۔

اس میں وہ لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب ۱۳ ر ۱۴ سال کے تھے تو عید فسح کے موقعہ پر انہوں نے یروشلم کی ہیکل سلیمانی میں جا کر مذہبی راہ نماؤں سے بڑی ذہانت کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ اڑیسہ کا ایک براہمن راون اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ علم کی تلاش میں یروشلم میں آیا ہوا تھا۔ وہ مسیح کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا۔ وہ اس کو ملنے ناصرہ گیا۔ اور بڑی کوشش سے مسیح علیہ السلام کو ہندوستان لے گیا۔ اور بڑے اعزاز سے اسے جگن ناتھ کے مندر میں منو کے قوانین اور وید کی تعلیمات سیکھنے کے لئے بطور طالب علم داخل کر دیا مسیح نے چار سال جگن ناتھ میں وید کا علم حاصل کیا۔ پھر وہ بہار گئے بنارس گئے بعض بزرگ ہندوؤں نے بہت گرمجوشی سے اس غیر ملکی عالم وید کا استقبال کیا وہاں بعض برہمن آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے کیونکہ آپ اکثر نیچ اقوام میں لیکچر دیتے۔ اور انہیں بتاتے کہ ذات پات کا فلسفہ غلط ہے اور برہمنوں کی

روحانی حالت بہت خراب ہے۔ آپ کے قتل کا منصوبہ بھی بنا۔ چنانچہ آپ نیپال چلے گئے۔ یہاں مسیح نے بدھ مذہب کی تعلیمات کا مطالعہ کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ تبت اور لداخ گئے۔ لاسہ میں بدھ لاماؤں نے آپ کو قدیم طومار پڑھنے میں مدد دی۔ یہاں سے آپ لداخ گئے۔ اور لداخ سے سرینگر اور پھر سرینگر سے براستہ لاہور ایران واپس اپنے وطن فلسطین پہنچے۔

(THE AQUARIAN GOSPEL OF JESUS CHRIST BY LEVI (11th EDITION) PUBLISHED BY L.N. FOWLER & CO LTD. 5 CORRI AVENUE SOUTH GATE N.14. LONDON.
(PAGE 47-68)

حضرت مسیح علیہ السلام کا ہندوستان، نیپال، تبت، لداخ، اور کشمیر آنا اور یہی مغربی محققین کو تسلیم ہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ان سفروں کے متعلق کافی صراحت پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ سب ایک تاریخی غلطی کے مرتکب ہیں۔ حقیقت میں مسیح علیہ السلام کے یہ سفر واقعہ صلیب کے بعد کے ہیں۔ لیکن دانستہ یا نادانستہ انہیں واقعہ صلیب سے قبل کے سفر قرار دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تاریخی غلطی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو ان کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے۔ اس کا وہ سبب نہیں جو لانبے بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی۔ ایسا لکھنا ایک شرارت ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ کے ظلم کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت ..... ہجرت فرمائی۔ اور چونکہ بنی اسرائیل بخت نصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلاد ہند و کشمیر اور تبت اور چین کی طرف چلے گئے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔"

(راز حقیقت ص۹-۱۰)

اسی طرح حضور فرماتے ہیں :-

"اس مقام پر آریہ تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح نے اس سفر کے وقت جبکہ ہندوستان کی طرف انہوں نے سفر کیا تھا، بدھ مذہب کی باتوں کو سنکر اور بدھ کے ایسے واقعات پر اطلاع پاکر اور پھر واپس اپنے وطن جاکر اسی کے موافق انجیل بنائی تھی اور بدھ کے اخلاق میں سے چرا کر اخلاقی تعلیم لکھی تھی .... لیکن یہ آریوں کی غلطی اور خیانت ہے۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ نہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی۔ بلکہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئی جبکہ بلاد شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا۔ اور ان کو اپنے زعم میں صلیب دے دیا۔ اس سے خدا تعالیٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچا لیا تب وہ اس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کر چکے۔ اور بباعث اس بدی کے یہودیوں کے دل ایسے سخت ہو گئے کہ وہ اس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں۔ اور اس وقت حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آ گئے ہیں ان ملکوں کی طرف قصد کیا۔"

(مسیح ہندوستان میں ص۷۳)

لیوی نے اپنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وعظ و نصائح۔ تمثیلات اور ان تمام بحثوں کی تفصیل بھی درج کی ہے۔ جو آپ نے ہندو، بدھ اور زرتشتی علماء سے ان کے غیر طبعی عقائد کے متعلق کی ہیں۔ ان ساری تفصیلات کی جزوی تائید بدھ مذہب کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ سفر واقعہ صلیب سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ اس بارے میں یہ تمام مآخذ غلطی خوردہ ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مروجہ عیسائیت نے مسیح علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کو جس طرح پیش کیا۔ اس کی رو سے واقعہ صلیب کے بعد ان سفروں کی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ لہٰذا علماء نے اپنے مآخذ کو حتی الوسع عیسائی بیان کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ تمام سفر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واقعہ صلیب کے بعد کئے۔ ان کو واقعہ صلیب سے پہلے کے قرار دے دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لندن سے ایک روسی سیاح نوٹوچ کا سفرنامہ شائع ہوا تھا جس میں اس نے لکھا ہے کہ لداخ میں ہمس کی خانقاہوں میں بدھ مذہب کی جو کتابیں ہیں۔ ان میں عیسیٰ علیہ السلام کے

(باقی دیکھیں ص۲۵ پر)

ہیگ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

کی

دینی و جماعتی مصروفیت

چودہ افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے فالحمد للہ علیٰ ذالک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرینکفورٹ اور زیورک کے احمدی مشنوں کا دورہ کرنے کے بعد ۲۹ مئی کو فرینکفورٹ سے بخیریت ہالینڈ کے شہر ہیگ پہنچ گئے تھے۔ جہاں ہالینڈ کے علاوہ مختلف ممالک کے احمدی احباب نے حضور کا والہانہ استقبال کرنے کی سعادت حاصل کی۔ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی ربوہ کی خدمت میں ہیگ سے بذریعہ کیبل گرام جو تازہ اطلاع موصول ہوئی ہے وہ درج ہے۔

حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ ۲۹ مئی کو حضور نے وہاں پہنچنے کے بعد احمدیہ مشن ہاؤس میں احباب جماعت کے ساتھ اجتماعی ملاقات فرما کر ان سے باتیں کیں۔ یہ ملاقات کئی گھنٹے تک جاری رہی۔ اس موقعہ پر حضور نے چودہ افراد کی بیعت قبول فرمائی۔ یہ سب احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۳۱ مئی کو صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے جو کیبل گرام موصول ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

"وی ہیگ ۳۰ مئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ ۲۹ مئی کو حضور نے احباب جماعت کو اجتماعی ملاقات کا شرف بخشا۔ حضور کئی گھنٹہ تک احباب کے درمیان رونق افروز رہے اور انہیں پر معارف ارشادات سے نوازا۔ اس موقعہ پر حضور نے ۴ اسٹے افراد کی بیعت بھی قبول فرمائی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(مرزا انس احمد)

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کے ہر مرحلہ میں قدم قدم پر حضور کا اور حضور کے رفقاء کا حافظ و ناصر ہو۔ اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازے۔ اور جن ارفع تبلیغی مقاصد کے پیش نظر حضور نے یہ سفر اختیار فرمایا ہے انہیں اپنے خاص فضل سے بہ تمام و کمال پورا فرمائے اور حضور غیر معمولی کامیابیوں اور کامرانیوں کے جلو میں بخیر و عافیت واپس تشریف لائیں۔ آمین

حضور کی ۲۷ مئی کی مصروفیات پر مشتمل کیبل گرام جو تاخیر سے موصول ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

فرینکفورٹ ۲۸ مئی حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ ۲۷ مئی کی صبح کو حضور نے فرینکفورٹ کے مقامی احباب کے علاوہ جرمنی کے مختلف شہروں سے تشریف لانے والے احباب کو شرف ملاقات بخشا۔ بعض افراد معہ خاندان آئے ہوئے تھے۔ حضور نے ان کی خواہش پر اجتماعی ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔ اسی روز سہ پہر کو حضور نے انڈونیشیا کے ڈاکٹر اڈانگ سوہندر صاحب اور ان کے اہل و عیال کو ملاقات کا شرف بخشا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف معہ فیملی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے بون سے تشریف لائے تھے۔ نیز اسی روز شام کو حضور نے جماعت احمدیہ برلن کے احباب کو بھی ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔

(مرزا انس احمد)

انصار اللہ

کا

عہد

جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد متعین فرمایا۔ سب مجالس اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام سے دہرایا کریں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

جناب شیخ عبد القادر صاحب

حضرت مسیح علیہ السلام وادیٔ کشمیر میں

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں:۔

"اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کی طرف سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو بلکہ بڑے بڑے دلائل سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے یہاں تک کہ خود لفظ کشمیر وہ لفظ ہے جس کو کشمیری زبان میں کشیر کہتے ہیں۔ ہر ایک کشمیری اس کو کشیر بولتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ لفظ عبرانی ہے۔ جو کاف اور اشیر کے لفظ سے مرکب ہے ...... چونکہ یہ ملک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت گاہ تھا .... اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تسلّی دینے کے لئے اس ملک کا نام کاشیر رکھ دیا جس کے معنی ہیں اشیر کے ملک کی طرح۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ

یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی۔ جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دور تھی اور پانی اس کا بہت خوشگوار تھا۔

یاد رہے کہ اوٰی کا لفظ عربی زبان میں اس جگہ پر بولا جاتا ہے۔ جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں۔ ایسی جگہ میں جو دار الامان ہوتا ہے پس وہ دار الامان ملک شام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا اور حضرت عیسیٰ قیصر کے باغی قرار پا چکے تھے۔ پس وہ کشمیر ہی تھا۔ جو شام کے ملک سے مشابہ تھا۔ اور قرار کی جگہ تھی۔ یعنی ان کی جگہ تھی۔ یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹)

قرآن حکیم نے مریم اور ابن مریم کو آیہ یعنی نشان قرار دیا ہے۔ فرمایا ہے وَ اٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ

ذات قرار و معین۔

"اور ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا ہے اور دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی۔ جو ذات قرار اور چشموں والی تھی۔" (المومنون - ۵۰)

سیاق کلام میں نیک لوگوں کی فلاح کا بیان ہے۔ اور ظالموں کے ہاتھ سے نجات پانے کا ذکر ہے اور اسی کو نشان کہا گیا ہے۔ حضرت نوح اور اہل سفینہ کو ظالموں سے نجات دلائی۔ فرمایا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ (۳۰) پس ابن مریم اور مریم کو نشان بنایا تو وہ اسی قسم کا نشان تھا کہ انہیں معجزانہ طریق پر ظالموں کے ہاتھ سے نجات دی گئی۔ مجھے یہ بتانا ہے کہ صلیب کے اوپر حضرت مسیح علیہ السلام کے پیش نظر زبور داؤد کی وہ پیشگوئیاں اور دعائیں تھیں جو بالخصوص ظالموں سے نجات کے بارہ میں تھیں۔ مثلاً زبور ۲۲ ایلی ایلی لما سبقتانی سے شروع ہوتا ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرستادۂ خدا ظالموں سے نجات پائے گا۔ وہ موت کے منہ سے نکل آئے گا۔ زبور میں ہے۔

"جب اس نے مدد کے لئے خدا سے فریاد کی۔ تو اس نے سن لی۔ (بنی اسرائیل کے) بڑے مجمع میں میری ثنا خوانی کا باعث تو ہوگا۔" (زبور ۲۲/۲۵)

اس سے اگلے زبور کے الفاظ ہیں۔

"خداوند میرا چوپان ہے ...... وہ مجھے ہری بھری چراگاہوں میں آسودہ کرتا ہے۔ آب شیریں سے معمور راحت کی ندیوں میں وہ مجھے لے جاتا ہے۔ میری زندگی کی تجدید کرتا ہے وہ مجھے اپنے نام کی طرح صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے۔ خواہ موت کے سایہ اور اس کی وادی میں سے میرا گزر ہو۔ مجھے کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہوگا۔ کیونکہ تو میرے ساتھ ہے۔"

(زبور ۲۳/۱-۴ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن)

ان بشارات کا خلاصہ یہ ہے کہ
بنی اسرائیل کا ہادی ایلی ایلی لما سبقتنی پکاریگا اور موت سے بچایا جائے گا۔ بالآخر ایک چشموں اور چراگاہوں والی زمین میں اسے پناہ ملے گی۔

اسی طرح زبور ۶۸ میں فرستادۂ خدا کے متعلق ہے۔

"تو ایک اونچے پہاڑ پر چڑھ اور اپنے جلو میں اسیروں کو ساتھ لے گیا قطار اندر قطار وہ تیری راہ نمائی میں گئے۔" (زبور ۶۸/۱۸ ترجمہ ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن)

اس آیت کو نئے عہد نامہ میں حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کیا گیا۔ (افیسوں ۴/۸)
اسی زبور کے آغاز میں ہے۔

"وہ قیدیوں کو "کوشرۃ" تک پہنچاتا ہے۔" (زبور ۶۸/۶)

اس زبور کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ بظاہر اس زبور میں سینا و شام کے مقامات کا ذکر ہے پولوس نے انجیل اس زبور کے باطن میں آنے والے مسیحا کے لئے بشارت ہے۔ (افیسوں ۴/۱۸)

کوشرۃ کے معنی موزوں۔ مناسب۔ اقبال مندی۔ خطرہ سے نکل کر محفوظ ہونے کے ہیں۔ نیو انگلش بائیبل میں اس کا ترجمہ Safe and Sound کیا گیا ہے۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن میں Full prosperity یعنی مکمل اقبال مندی۔ لاطینی بائیبل میں کوشرۃ کا ترجمہ "مرفہ الحال زمین" کے کئے گئے ہیں۔ عبرانی میں کشر کے معنی موزوں و مناسب کے ہیں صحیفہ آستر ۸/۵ میں یہ لفظ آیا ہے۔ کوشرۃ صرف اسی زبور میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام جو کہ ارض شام کے شمال مغرب میں ایک خوبصورت ترین علاقے میں بسا آشیر تھا۔ علاقہ آشیر میں ایک مقام کابول تھا اور ایک جگہ بیطن اور اس کے مشرق میں زبولون کا علاقہ تھا۔ (نقشہ قدیم کے لئے ملاحظہ ہو پیکس بائیبل کومنٹری کا نیا ایڈیشن نقشہ ۱)

اب قدیم ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ پر ایک نگاہ دوڑائیں۔ یہاں زبان خلق پر وادی کشمیر کا نام کشیر ہے کاشر، کشیر کشمیری زبان اور قوم کو کہتے ہیں۔ پھر کشمیر کے جنوب مغرب میں کابل ہے۔ اور کابل کی وادی میں جو بنی اسرائیل آباد ہوئے۔ افغان روایت کی رو سے ان کے تین اجداد میں سے ایک کا نام بطان تھا۔ افغانستان اور ایران کی سرحد پر ایک مشہور مقام زابل ہے وہاں ایک پہاڑ پر ایک بزرگ کا مشہور مزار ہے۔ جو کہ آل ابراہیم کا چشم و چراغ تھا۔ اب سوچئے اتنے توارد کا ہونا محض اتفاقی امر ہے۔؟

- ارض شام کے شمال مغرب میں ایک سرسبز و شاداب خوبصورت ترین کوہستانی علاقہ کو آشیر کہا گیا۔ عبرانی میں اشر اور کشر ایک لفظ ہے۔ بلکہ متبادل ہیں۔ ادھر ہندوستان کے شمال مغرب میں ارض کشمیر ہے۔
- کشمیر کے شمال میں کابل ہے۔ اس کے بالمقابل کنعان میں ارض آشیر میں سرحدی مقام "کابول" ہے۔
- علاقہ آشیر کا ایک شہر بیطن ہے۔ جس کے معنے وادی میں رہنے والے کے ہیں۔ وادی کابل میں بسنے والوں کے جداعلیٰ کا نام "بطان" تھا
- علاقہ آشیر کی سرحد حضرت یعقوبؑ کے ایک دوسرے بیٹے زبولون کے علاقہ سے ملتی ہے۔ جیسے یہاں افغانستان اور ایران کی سرحد پر زابل ہے۔ زابل ایک مقدس پہاڑ کی وجہ سے مشہور ہے جو پر آل ابراہیم

میں سے ایک بزرگ شخصیت مدفون ہے۔ اس مزار کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

Persia, an Archaeological Guide by
Sylvia A. Matheson p. 279-280

اب بتایئے اتنی مشابہتوں کا ہونا محض اتفاقی امر ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے جلاوطن قبائل نے جب دیکھا کہ ارض شام میں علاقہ اشیر تھا۔ اور ہندوستان میں شمال مغرب میں اس کے مماثل میں ایک خوبصورت ترین وادی ہے۔ تو انہیں زبور داؤد کی پیشگوئی یاد آگئی۔ اور اس کا ایک متبادل نام کشمیر رکھ دیا گیا۔ اور دور و نزدیک کے مقامات کے نام بھی ارض اشیر والے رکھ دیئے (عبرانی میں کشیر کاف اور اشر سے مرکب ہے۔ اس کا روٹ اشر ہے)

بہر کیف بشارات زبور سے ثابت ہے کہ

- فرستادہ خدا جب ایلی ایلی لما سبقتنی پکارے گا تو اس کی فریاد سن لی جائے گی۔ اسے موت کے منہ سے بچا لیا جائے گا۔
- وہ ہجرت کر جائے گا اور خدا تعالے کی راہوں پر چل کھڑا ہوگا۔
- بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا حصہ اس کے واسطہ سے خدا تعالے کا ثناخوان ہوگا۔
- وہ پانیوں سے معمور چشموں والے سرسبز شاداب علاقے میں جائے گا۔ اور وہاں بس جائے گا۔
- یہ علاقہ ان کے لیے ہر لحاظ سے کوشیرۃ بن جائے گا۔

گویا موزوں مناسب، اور محفوظ و مصئون جگہ میں آجائیں گے۔ اور وہاں اقبال مند ہوں گے۔ بنی اسرائیل کے اسباط نے انہیں پیشگوئیوں کے مطابق کشمیر کو متبادل نام دیا۔ اس کا پرانا نام تمام سرتھا پھر کا سارا نام مشہور ہوا اور کشیر زبان زد خلائق ہے۔ یہ عبرانی نام ہے اور خدائی پیشگوئیوں کا ماحصل۔

دوسری بات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ بیان کی ہے کہ کشمیر میں حضرت عیسے علیہ السلام یوز آسف کہلائے قبر یوز آسف کے متعلق فرماتے ہیں کہ بڑی آہستگی اور تدبر سے تحقیقات کرائی گئی ہے۔

"آخر ثابت ہوا کہ فی الواقعہ صاحب قبر حضرت عیسے علیہ السلام ہی ہیں جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہے جس کے معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھے کرنے والا"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴)

یہ عجیب بات ہے کہ عہد عتیق میں آنے والے مسیح کے مشن کے لئے حرف "آسف" لایا گیا۔ یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں ہے کہ بنی اسرائیل جلا وطنی کے بعد دو دفعہ بحال ہوں گے۔ سائرس (ذو القرنین) کے فرمان کے نتیجہ میں ارض کنعان میں (یسعیاہ ۴۵ باب) محفوظ قبائل جو کہ کنعان میں نہیں لوٹیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے ایک خادم کے ذریعہ دنیا کے بعید ترین علاقوں میں بحال ہوں گے۔ (یسعیاہ ۴۹ باب)

اس دوسری بحالی اور بنی اسرائیل کے اکٹھا کرنے کے لئے حرف "آسف" لایا گیا۔ جس کے معنی عبرانی میں مجتمع کرنے کے ہیں۔ (یسعیاہ ۴۹/۵)

انہی بشارات کے مطابق حضرت مسیح نے فرمایا کہ میرا مشن گم شدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ (یوحنا ۱۰/۱۶) یسعیاہ کے صحیفہ میں ہے کہ آنے والا خادم زمین کے دور افتادہ علاقوں میں بنی اسرائیل کو جمع کر لے گا۔ اور پانی کے چشموں کی طرف ان کو لے جائے گا۔ (۴۹/۹-۱۰) اس کے پاس چاروں طرف سے لوگ فراہم ہوں گے۔ ارض سینیم سے بھی بنی اسرائیل کھنچے آئیں گے۔ (۴۹/۱۲) مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد ارض صین یعنے چین ہے چینی ترکستان کو سینیم کہا گیا۔ جان ڈیوس کی بائبل ڈکشنری میں ہے کہ زیادہ تر علماء اس سے مراد چین لیتے ہیں۔ (صفحہ ۶۹۲ کالم ۱)

یسعیاہ ۴۹ باب میں اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل کے محفوظ قبائل کی بحالی زمین کے انتہائی حدود میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ایک خادم، دنیا کے کناروں، بعید ترین علاقوں میں جائے گا۔ غیر قوموں کے ممالک میں اور بنی اسرائیل کو پانی کے چشموں کی طرف لے جائے گا۔ اور ان کو پورے طور پر بحال کر دے گا۔ مکاشفات میں اشارہ ہے کہ یہ نوشتہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ پورا ہوا۔ مشرق میں ایک لاکھ چوالیس ہزار بنی اسرائیل ایمان لائے۔ مکاشفات، باب ۷ کے اشارات قابل غور ہیں۔ یسعیاہ کے صحیفہ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی وَآوَيْنٰهُمَآ إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ کی صداقت پر منہ بولتی شہادت ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷)

اس ملک میں آنے کا ذکر ہے۔ اس نے ان مآخذ سے ایک انجیل مرتب کی۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے وضاحت سے یہ لکھا ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں مسیح علیہ السلام کے جو حالات درج ہیں۔ ان میں تاریخی لحاظ سے تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔ لہذا میں نے کتاب کو مرتب کرتے ہوئے اس تقدیم و تاخیر کو درست کر دیا ہے۔ گویا اس نے ترجمہ کرتے ہوئے بدھ ماخذوں میں مندرجات کو عیسائیوں کی مروجہ تاریخ کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے جو سفر مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد کے تھے لازماً انہیں پہلے کر دیا گیا ہوگا۔

ان تاریخی غلطیوں کے باوجود مسیح علیہ السلام ان ملکوں میں آنے کی روایات اپنے اندر وزن رکھتی ہیں

مکرم غلام رسول صاحب اعوان

دانائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھ سے یہ حکیمانہ کلمات حاصل کرے۔ پھر خود ہی ان پر عمل کرے۔ اور دوسروں کو بھی سکھا دے۔ تاکہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں یہ کلمات سیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ کلمات گنوائے۔

۱۔ حرام چیزوں سے بچو۔ تمام انسانوں سے زیادہ عبادت گذار بن جاؤ گے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ سب انسانوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔
۳۔ اپنے ہمسائیوں سے حسن سلوک کرو۔ مومن بن جاؤ گے
۴۔ دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔
۵۔ زیادہ مت ہنسو اس لئے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

پہلا نکتہ کہ حرام چیزوں سے بچو تمام انسانوں سے زیادہ عبادت گذار بن جاؤ گے"۔ اس نکتے میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ حلال کمائی کرنا اور حلال چیزیں کھانا افضل العبادات میں سے ہے۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ نماز روزہ تو ایک حصہ عبادت ہے۔ اور رزق حلال تو حصے عبادت ہے۔ قرآن حکیم نے مال حرام کھانے کے متعلق سختی سے منع کیا ہے۔ اور ان لوگوں کو عذاب الہٰی سے تنبیہ کیا ہے جو حرام یا ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرتے ہیں۔ جو لوگ کسب حرام کرتے ہیں وہ ہزار نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھیں خیرات کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں معتوب ہی رہتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مال حرام کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں یہی آگ آخرت کے دن ان کے دلوں کو محیط ہو جائے گی۔ اور انہیں ایسا دردناک عذاب دے گی کہ وہ چھٹکارا حاصل نہ کر سکیں گے۔ اسی طرح جو لوگ حرام چیزیں۔ مثلاً سور۔ سود۔ شراب۔ مسکرات وغیرہ کھا پی لیتے ہیں۔ ان کے لئے بھی عذاب ہے۔ اسلام کی نظر میں ایسے لوگ مفسد ہیں۔ اور ان کا وجود اسلامی معاشرہ کے لئے ناقابل قبول آجکل حرام مال کمانا اور حرام چیزیں کھانا ایک فیشن سا بن گیا ہے۔ ایسے لوگوں کو نہ خدا کا خوف ہے اور نہ

معاشرے کا۔ یہ حالت تشویشناک ہے۔

دوسرا نکتہ کہ "اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ سب انسانوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے" گوہر بے بہا ہے۔ یہ درس قناعت ہے۔ اس جملے میں فلسفہ قناعت کو اس طرح سمو دیا گیا ہے۔ جیسے دریا کے معانی کو کوزہ میں بند کر دیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ قناعت ہی انسان کو غنی بناتی ہے۔ یعنی اسے غیر اللہ سے بے نیاز بناتی ہے۔ اس کے دل میں طمانیت اور سکون و قرار پیدا کرتی ہے۔ اسے طمع۔ حرص و ہوا سے بچاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ حریص کو اگر ساری دنیا مل جائے تو وہ بھوکا ہی رہے گا۔ اور قانع کو ایک روٹی ملے تو وہ سیر ہو جائے گا الغرض قانع شخص ہی اس دور سرمایہ پرستی میں بالخصوص اپنی خودی اور عزت نفس کی پاسداری کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں قانع شخص ہی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن سکتا ہے۔ اور کفران نعمت جیسے گناہ کبیرہ سے بچ سکتا ہے۔ قناعت انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی توحید۔ ربوبیت کے عقیدے کو مستحکم اور راسخ کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یعنی رازق اور پروردگار مانتے ہیں۔ اور اس عقیدے پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ انہیں نہ غم اور تفکرات ستاتے ہیں اور نہ خوف ہی ان کی زندگی کو اجیرن بناتا ہے۔ اور ایسے انسان سے زیادہ غنی اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ مقولہ سچ ہے کہ

توانگری از دل است نہ کہ مال

یعنی امیری دل کی ہے دولت سے نہیں۔ اگر یہ گراں بہا نکتہ ہمارے ایمان کا جزو بن جائے تو ہم ذہنی انتشار بیقراری دل۔ ہوا و ہوس۔ حرص و آز جیسی اذیت ناک بیماریوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ جس میں معاشرہ مبتلا ہے۔

تیسرا نکتہ معرفت کہ "اپنے ہمسایوں سے حسن سلوک کرو تم مومن بن جاؤ گے۔" اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ انسانی محبت اور ایمان ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ یعنی یہ یقین کامل ہو کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی معبود و مطلوب ہے اور وہی تمام نوع انسانی کا خالق اور رب ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنا گویا خود اس سے محبت کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ مخلوق کی محبت سے ہو کر گزرتا ہے۔ لہذا جب اولاد آدم سے بالعموم اور ہمسایوں سے بالخصوص محبت ہوگی تو وہ ان سے حسن سلوک کرے گا۔ اور ان کے دکھ درد غمی اور خوشی میں کام آئے گا۔ اور ان سے احسان اور مروت سے پیش آئے گا۔ اور کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے ہمسایوں کو دکھ پہنچتا ہو۔ یا وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص ہمسایوں سے حسن سلوک نہیں کرتا۔ اسے اللہ تعالیٰ سے بھی محبت نہیں۔ اس لئے وہ مومن بھی نہیں۔ ایسے شخص کی عبادت۔ زہد وغیرہ ناقابل اعتبار ہے۔

چوتھا نکتہ یہ کہ "دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو"۔ اس گوہر نایاب میں وہی سر پوشیدہ ہے جو اس آیت کریمہ میں مضمر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

جب تمام انسان اصلاً ایک ہی رب کی مخلوق ہیں تو پھر اپنے خالق و پروردگار اور معبود و مقصود کی اور اپنی اصل کی رعایت سے تمام بنی نوع انسان سے حسن سلوک کرنا ہم پر فرض ہو جاتا ہے۔ حسن سلوک کی بہترین تفسیر وہ ہے جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے محولہ بالا ارشاد گرامی میں فرمائی ہے کہ دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

پانچواں نکتہ "کہ زیادہ مت ہنسو اس لئے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے"۔ اس آیت کی تفسیر ہے کہ وتضحکون ولا تبکون یعنی ہنستے ہو روتے نہیں۔ اگر نظر بینا اور دل حساس ہو تو انسان کی اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر نظر ہوتی ہے۔ وہ اپنے اور قوم کے اعمال کے انجام کو دیکھتا اور اس کا درد محسوس کرتا ہے۔ ایسا شخص جو دردمند اور صاحب دل ہوتا ہے۔ ہنسی اور قہقہوں میں کیسے زندگی گزار سکتا ہے۔ وہ اپنے دل کو مردہ نہیں بنا سکتا۔ وہ احساس قومی اور درد دل کی لذت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ لوگ جو زندگی کی حقیقت سے بے خبر اور انجام اعمال سے نابلد ہیں۔ وہی لہو و لعب کی سرمستیوں میں محو رہتے۔ اور لذت گریہ سے ناآشنا رہتے ہیں۔ ہنسی دل کو سوز و لذت سے محروم کرتی ہے۔ اگر دل سوز زدہ نہ رہے۔ تو مردہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر دل مردہ ہو تو ایسے انسان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ لذت گریہ سے آشنا ہیں۔ ان کے سامنے دنیا جہاں کی کل مادی نعمتیں ہیچ ہیں۔

حصول استقامت کا ذریعہ

"دل کی استقامت کے لئے بہت استغفار پڑھتے رہیں"۔

(ملفوظات جلد نہم ص ۲۳۶)

"درود شریف حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے"۔

(ملفوظات نہم ص ۲۳)

مکرم پروفیسر مسعود احمد خان صاحب

اسلام کے یورپ پر احسانات

(۲)

عیسائی فضلاء پر اسلامی علوم کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ عربی زبان کے بغیر حصول علم کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مشہور انگریز فلسفی اور مصنف روجر بیکن اپنے طلباء کو کہا کرتا تھا کہ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو عربی پڑھو۔ تاکہ اصل عربی ماخذوں سے استفادہ کر سکو۔ کیونکہ ترجموں میں بے شمار غلطیاں کی گئی ہیں۔ مثلاً متکلمین کا ترجمہ LANGUAENTS یعنی لسان کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس سے مسلمانوں کی مراد ان حکماء سے تھی۔ جو فلسفہ اور منطق پر مذہب کی فضیلت انہی علوم کے طرز استدلال کو اختیار کر کے ثابت کرتے تھے۔ چنانچہ بعد میں یورپ میں علم کلام کے لئے سکالسٹک ازم (Scholastic ism) کی اصطلاح وضع کی گئی۔ اور اس علم کے ماہرین کو سکالسٹکس (Scholastics) کہا جانے لگا۔

جوامع سے مراد مسلمان حکماء کسی علم کی کلیات نہیں۔ بلکہ مبادیات لیا کرتے تھے۔ جبکہ لاطینی تراجم میں جوامع کا لفظی ترجمہ کلیات کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آخر یورپین یونیورسٹیوں میں اساتذہ نے عربی زبان پر زور دینا شروع کر دیا۔ برطانیہ میں آکسفورڈ اور کیمبرج میں تو عربی چودھویں صدی عیسوی تک لازمی مضمون کے طور پڑھائی جاتی تھی اور بادشاہوں نے بھی عربی زبان کی سرپرستی اس طرح کی کہ اپنے سکوں پر عربی عبارات کندہ کرائیں۔ انگلستان کے بادشاہ اوفا کا سکہ عربی الفاظ کے ساتھ ڈھالا گیا تھا۔ سسلی کے بادشاہ روجر ثانی کے سکہ پہ المعاروت بامرالله الملك المعظم کے الفاظ کندہ تھے گویا اس کے نزدیک ہارون الرشید کی مناسبت سے لفظ ہارون بھی قیصر و کسرٰے اور خاقان کی طرح بادشاہی عظمت کا لقب تھا۔ اسی بادشاہ کا ماٹو یعنی قومی شعار الحمد لله حق حمدہ تھا۔ اور بادشاہ ولیم نے اپنا شعار الحمد لله شکراً لا نعمہ کے الفاظ کو بنایا تھا۔

اسی طرح سپین میں عیسائی ریاست لیون اور کیسٹیل کے بادشاہ الفونسو ہشتم (۱۱۵۸ - ۱۲۱۴ عیسوی) نے بھی اپنے سکے عربی زبان میں کندہ کرائے تھے۔ اپنے نام کے ساتھ Amiral Catulagin امیرالکتھولیکین کا لقب لگایا اور دوسری طرف پاپائے روم کے نام کے ساتھ (Imamah ... Ecclesiah ... Mesihyah) ... کندہ تھا۔ یہ بھی دراصل مسلمان سلاطین ...

کی نقل تھی جن پر ایک طرف مرابط بادشاہ کے نام کے ساتھ امیر المسلمین کا لقب کندہ ہوتا تھا تو دوسری طرف بغداد کے عباسی خلیفہ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ کندہ ہوتا تھا۔

فرانس میں بوٹے کے مقام پر جو گرجا ہے۔ اس پر عربی عبارات اب بھی موجود ہیں۔ انگلستان میں جو پہلا پریس کیکسٹن کا قائم ہوا۔ اس میں پہلی کتاب جو چھپی وہ عربی کی ایک کتاب مختار الحکم کا ترجمہ تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب عربی میں اب تک نہیں چھپی۔ اس کے چند قلمی نسخے یورپین لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔

پیرس یونیورسٹی کے میڈیسن ہال میں بوعلی سینا اور رازی کی تصاویر ابھی تک موجود ہیں۔ امریکہ میں بھی جہاں یورپین مسلمانوں کے دورِ انحطاط کے شروع ہو جانے کے بعد پہنچے۔ یعنی پندرھویں صدی کے آخر اور پھر سولھویں اور سترھویں صدی میں مسلمان حکماء کا اثر اس امر سے ظاہر ہے کہ پرنسٹن یونیورسٹی کی دیواروں پر آرائشی نقش و نگار میں دوسرے فضلاء کے ساتھ رازی کی تصویر کو بھی شامل کیا گیا۔ بوعلی سینا مغرب میں سترھویں صدی تک طب کا امام سمجھا جاتا رہا۔ اور اس کی کتاب قانون کو طب کی بائیبل گردانا جاتا تھا۔

عربی علوم کی چاٹ اس قدر پڑ گئی تھی کہ ایک پادری کو بالکل اسی انداز میں اس پر واویلا کرنا پڑا جس طرح موجودہ دور میں اسلامی ممالک میں بعض مشرقی علوم کے دلدادہ اپنے نوجوانوں کو مغرب زدہ دیکھ کر کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ پادری الوارو نے عربی زبان اور اسلامی علوم سے لگاؤ رکھنے کے بارے میں لکھا۔

"پڑھے لکھے عیسائی عربی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ عربی زبان اور ادب سے آشنا ہیں عربی کتابوں کو شوق سے پڑھتے ہیں۔ مطالعہ کے لئے عربی کتب خانوں میں جاتے ہیں اور شب و روز عربی ادب کے گن گاتے ہیں۔"

ان علمی روابط کے نتیجہ میں کاغذ اور دوسری مصنوعات تو پہنچی ہی تھیں۔ بعض علمی الفاظ بھی پہونچے۔ اور وہ یورپ کی زبانوں کے مستقل الفاظ بن گئے۔ مثلاً جغرافیہ ہیئت ریاضی۔ الکول۔ الکالی۔ اینٹی موٹی۔ عقرب۔ الجدی۔ الطائر۔ ذنب۔ فرقد السموات سے ازیمتھ (Azimuth) ناظر سے نادر (Nadir) السمت سے زینتھ (Zenith) صفر سے سائفر (Cipher) اور زیرو (Zero) ہندسے جو دراصل ہندوستان سے لئے گئے (اسی وجہ سے رقموں کی اس علامتی شکل کو عربوں نے ہندسہ کہا) مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں پہنچے۔ یورپ سے پہلے شمالی افریقہ کے فارغ التحصیل ایک اطالوی لیونا رڈو ڈنا بیو نے ۱۲۰۲ میں استعمال کئے۔ اور پھر ان کا استعمال عام ہو گیا اور صدیوں تک یورپ میں ان کو عربی ہندسے

(Arabic numerals) کہا گیا۔ ان ہندسوں کے ذریعہ حساب بہت آسان ہو گیا، ورنہ رومن ہندسوں میں I، II، III، V، X، L، C، M وغیرہ میں جمع تفریق ضرب تقسیم کرنا نہایت مشکل ہوتا تھا۔

مسلمان حکماء نے بعض علوم کی نئی شاخیں دنیا کو دیں۔ خاص طور سے حساب میں اعشاریہ کا وسیع استعمال اور الجبرا اور ٹرگنومیٹری کے علوم مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ مسلمان الجبرا کو الجبر والمقابلہ کہتے تھے۔ یورپ میں اس کا پہلا لفظ اس علم کا نام ٹھہرا۔ ڈیسمل (Decimal) اعشاریہ اور ٹرگنومیٹری Trignometry مثلثات کے لفظی ترجمے ہیں۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ علوم عربوں کی ایجاد ہیں۔ ورنہ ہندسہ کی طرح ان کا بھی کوئی اور نام ہو سکتا تھا۔

الکیمی جو یونان میں جادو سمجھا جاتا تھا مسلمانوں نے باقاعدہ ایک علم بنا دیا۔ اور الکیمیا نام رکھا جو یورپ میں کیمسٹری بن گیا۔ ابن بیطار کو آج بھی کیمسٹری میں اوّلیت کا اعزاز حاصل ہے۔ مسلمان سائنسدانوں نے ارگینک کیمسٹری یا بائی اولوجی (Biology) حیاتیات کی طرف توجہ دی۔ اور ابن العوام نے اپنی ایک کتاب میں ۵۸۵ پودوں کا ذکر کیا۔ گویا باٹنی (Botany) نباتات میں وہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑی تحقیق تھی۔ فزکس یا طبیعات میں ان کے کارنامے محیر العقول ہیں۔ روشنی کے بارے میں ابن الہیثم کی تحقیقات کی افادیت سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ان علوم میں جن کو آرٹس یعنی فنون کہا جاتا ہے مسلمان حکماء کی تحقیقات اور نئے افکار نے انقلاب آفرین اضافے کئے۔ خاص طور سے جغرافیہ اور تاریخ میں یورپ کی راہ نمائی مسلمانوں نے ہی کی۔ تاریخ کو ابن خلدون نے نہ صرف فلسفہ حیات کے سمجھنے کی کلید بنا دیا۔ بلکہ اس کے ذریعہ ایک نئے علم عمرانیات یا سوشیالوجی سے یورپ کو آگاہی نصیب ہوئی اور خود ان کا کہنا ہے کہ اس جیسا عظیم مورخ فلسفی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ چند نام بطور نمونہ از خروارے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ تمام ناموں کو ایک مضمون میں مع ان کے کارناموں کے بیان کرنا امر محال ہے۔

بہت سے کم فہم مغرب زدہ نام نہاد دانشور یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہ تمام علمی کارنامے یونان کی خوشہ چینی سے کئے۔ اور جب وہ ان خطوط پر غور و فکر کرنے لگے تو کچھ اپنی طرف سے بھی کر دیئے۔ اس میں اسلام یا ان کی دینیات کا کوئی دخل نہیں۔ حالانکہ پہلے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آخر مسلمانوں کو علم و حکمت کی طرف توجہ کس نے دلائی کہ یونانی علوم تو خود مردہ ہو چکے تھے۔ ان میں مسلمانوں کے لئے کیا جاذبیت ہو سکتی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ خود قرآن مجید میں مسلمانوں کو کائنات پر غور کرنے اور علم و حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ جب مسلمان عرب سے باہر نکلے

اور دوسری قوموں کے پاس دنیوی علوم دیکھے تو پھر ان کو سمجھنے کی کوشش کی۔ یہ بات مسلمانوں کے لئے انتہائی حیرت انگیز تھی کہ دوسرے مذاہب ان علوم کو دین کے خلاف گردانتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید میں ان کی ترغیب دی گئی۔ کیونکہ دین اللہ کا قول اور کائنات اس کا فعل۔ ایک عام آدمی کے قول اور فعل میں تضاد معیوب سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ رب العالمین کے نظام میں ایسا تضاد پایا جائے۔ پس انہوں نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اور اس میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ اصل راہ نمائی ان کو قرآن مجید سے حاصل ہو رہی تھی۔ جیسے پادری ڈاکٹر لوزان نے تسلیم کیا۔

> جدید علمی انکشافات میں ان علمی مسائل میں جن کو ہم نے اپنے علم کے رو سے حل کیا یا ہنوز زیر تحقیق ہیں کوئی ایسی بات نہیں جو تعلیمات قرآنی کے خلاف ہو۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم وسائنس کے ہم آہنگ اور ہم نشین بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں۔ اسلام اور قرآن میں یہ سب پہلے ہی سے بہ تمام وکمال موجود ہیں۔

چنانچہ فلسفی ناصر خسرو نے سورۂ رعد کی آیت رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا سے کشش ثقل یا قانون تجاذب کا استنباط کیا۔ اس لئے غالباً پروفیسر برٹرسن نے کہا ہے کہ نیوٹن سے پہلے مسلمان حکما کی تصانیف میں کشش ثقل کے اشارے پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت محی الدین ابن عربی نے سورۂ ق کی آیت مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ کی تفسیر میں بتایا کہ آوازیں ضرور کہیں فضا میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اور اسی اصول کے سمجھنے سے ریڈیو اور وائرلیس کی ایجاد ممکن ہوئی۔ اور حضرت محی الدین ابن عربی کی تحریرات یورپ میں اہل علم طبقوں میں خوب پہچانی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کے فلسفہ معراج کا چربہ دانتے کی کتاب ڈیوائن کومیڈی کو بتایا جاتا ہے۔ غرض مسلمان حکما نے خواہ بغداد یا دمشق یا قاہرہ سے تعلق رکھتے تھے یا اندلس سے یونانی علم وحکمت میں گراں قدر اضافے کئے۔ اور بقول مشہور مورخ فلپ حتی یہ اضافے

> "بالخصوص عقیدہ اور استدلال اور مذہب اور سائنس کے درمیان یگانگت پیدا کرنے کی غرض سے کئے۔ مسلمان مفکرین کے نزدیک ارسطو سچا تھا اور افلاطون سچا تھا اور قرآن سچا تھا۔ لیکن سچائی ایک ہی ہونی چاہیئے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان تینوں کو ہم آہنگ کیا جائے۔ اور انہوں نے اپنی سرگرمیاں اسی کام پر مرتکز کر دیں۔ عیسائی مفکرین کو بھی اسی مسئلے سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ان کا کام زیادہ مشکل ہو گیا۔ کیونکہ انکی دینیات اور ناقابل فہم دیومالائی قسم کے اسرار بہت زیادہ جمع ہو گئے تھے۔" (اسلام کا عروج وزوال
> مترجمہ زیدی)

دیومالائی نظریات بھلا علم کی روشنی میں کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب تک مسلمانوں کے علوم یورپ میں نہ پہنچے عیسائی پادریوں نے یونانی فلسفہ کا پڑھنا حرام قرار دے دیا تھا۔ اور بقول ڈریپر

جو نظریہ عام طور پر قائم ہو چکا تھا وہ یہی تھا کہ جہالت خوش عقیدگی کی ماں ہے۔

History of the Conflict of Religion & Science

جب مسلمانوں کے علوم مغرب میں پہنچے تو ساتھ ان کا علم کلام بھی پہنچا۔ اور عیسائی پادریوں نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ اب انہوں نے بھی اسلام کی خوشہ چینی شروع کی۔ چنانچہ عیسائیت کے سب سے بڑے متکلم تھامس ایکوناس نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے جا بجا استفادہ کیا۔

ایک عیسائی مصنف تاہیرہ این فارس اپنی مرتبہ کتاب The Arab Heritage میں اپنے مضمون بعنوان الغزالی میں رقمطراز ہیں

الغزالی نے جس طرح عقل اور الہام کو ایک دوسرے کی مطابقت کے ساتھ پیش کیا۔ تھامس ایکوناس نے اپنی کتاب Summa Theologia میں اسی طرح کے دلائل اور نتائج بیان کئے ہیں۔"

پس اسلامی علوم نے ایک طرف انسان کو کائنات کی حقیقت سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی تو دوسری طرف یورپ کے ذہنوں کو مذہب کی دیومالائیت سے آزاد کرا دیا۔ جس کی موجودگی میں علم و حکمت کے نئے سوتے پھوٹنے ناممکن تھے کجا وہ زمانہ کہ یورپ کے عیسائی اپنے پر سب سے بڑی مصیبت مسلمانوں کی یلغار کو سمجھتے تھے۔ اور کجا یہ وقت کہ ڈچ دانشور اراسمس Erasmus نے جس کو Father of Renaissance یعنی بابائے تحریک احیائے علوم سمجھا جاتا ہے کس بے باکی سے کہا۔

اگر یسوع مسیح اپنے ماننے والوں کو کلیسیا کے متنوع جبر و استبداد سے آزاد نہیں کراتے تو پھر ہمارے لئے اس مصیبت کے مقابلہ میں ترکوں کا استبداد زیادہ قابل برداشت ہو جائے گا۔

اور اس سے بہت پہلے مسلمان الادریسی کے عیسائی سرپرست سسلی کے بادشاہ روجر نے کس حسرت سے کہا تھا کہ مسلمان بادشاہ کیسے خوش نصیب ہیں کہ وہ کسی پوپ کے تسلط سے آزاد ہیں۔ اور جب یورپ والوں کو بھی یہ آزادی نصیب ہوئی تو ایک طرف انہوں نے کائنات کو مسخر کرنے کا عزم کیا جس کی تلقین بار بار قرآن مجید میں کی گئی ہے تو دوسری طرف ہر شخص کی انفرادیت اجاگر ہونے لگی۔ اور بقول ڈریپر

اگر ان معاشرتی تبدیلیوں کا تجزیہ کیا جائے جو یورپ میں رونما ہو رہی تھیں تو یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ ہر ایک شخص جو اپنی صلاحیتوں کو اپنے سے بالا ہستی کے لئے خواہ وہ جاگیردار ہو یا کلیسا

کا مقتدر ادارہ وقت سمجھتا تھا۔ اب اپنی محنت کا آپ پھل کھانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ انفرادیت اجاگر ہو رہی تھی۔ اور وفاداریاں ذاتی مفاد پر قربان ہو رہی تھیں۔

History of the conflict between Religion and Science.

بھلا فرد کی آزادی سے کلیسا کیسے بچ سکتا تھا۔ چنانچہ ڈریپر مزید لکھتے ہیں

آخر مذہب میں انفرادیت نے ایک جرمنی پادری کے وجود میں مذہبی جوش و خروش کے ساتھ ایک بھرپور اظہار کیا۔ . . . . . مارٹن لوتھر نے اپنی سوچ پر روم کے افسران بالا کے پہرے بٹھانے سے انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ کتاب مقدس کو جس طرح وہ سمجھتا ہے۔ اسی طرح اس کی تفسیر کرنے کا اس کو حق بھی حاصل ہے۔

یہ مذہب یا خدا سے بغاوت نہیں تھی۔ جیسے یورپ کے رومن کیتھولک چرچ نے اعلان کیا بلکہ درحقیقت یہ ان پردوں کو گرا دینے کی کوشش جو خود کلیسا نے بندے اور خدا کے درمیان کھڑے کر دیئے تھے تاکہ عوام ہمیشہ پادری کے ہی مرہون منت رہیں۔ خواہ ایسا خدا ان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ اس حقیقت کو مشہور فرانسیسی فلسفی اور مصنف والٹیئر کے اس قول سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

"اگر کوئی خدا نہیں تب بھی ہم کو ایک خدا ماننا چاہیئے"

پادریوں نے کہا کہ یہ کیسا بے معنی فقرہ ہے کہ مخلوق ہو کر خالق کو خلق کرنا چاہتا ہے۔ لیکن والٹیئر یہ کہنا چاہتا تھا کہ کلیسا تو خدا کی ہستی ثابت کرنے میں ناکام ہے۔ لیکن ہم کائنات کے مشاہدے سے اور اپنے ضمیر کی آواز سے مجبور ہیں کہ خدا کو مانیں۔ گویا ہم کلیسا کو چھوڑ سکتے ہیں خدا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور مارٹن لوتھر بھی یہی چاہتا تھا کہ بندہ اور خدا ایک دوسرے کے قریب ہوں اور بندہ اس قربت کے لئے کسی اور کا واسطہ محسوس نہ کرے۔ اور نہ کوئی اور خدا بھی اپنے واسطہ کا محتاج سمجھنے لگے۔ کیا تعجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے مارٹن لوتھر اسلام سے متاثر ہوا۔ کیونکہ اس کے دوستوں میں سے ایک شخص میلنچھون Malanchthon بھی تھا جو عربی کا فاضل تھا اور جس انداز پر اس نے عیسائی کلیسا کا بیڑا اٹھایا۔ بہت سے دانشوروں نے اس میں اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں مماثلت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ یورپین تہذیب کے مشہور نقاد سپنسر Spanser نے عیسائیت کی سولہویں صدی میں اصلاحی تحریک پر تنقید کرتے وقت ان مصلحین کا ذکر ان الفاظ سے کیا۔

ایک صاحب بصیرت محمد میں لوتھر اور کالون کی خالص لہیت (Puritanism) کا مشاہدہ

کرسکتا ہے۔ (Decline of the West)۔ اور تھامس کارلائل نے تو کھلے الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا کہ کسی غیر کے بلا واسطہ راضی برضائے الٰہی سے تعلق باللہ کا سبق مارٹن لوتھر نے کہاں سے سیکھا تھا۔ اس نے اپنی مشہور عالم کتاب ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ Hero and Hero worship میں جہاں Hero as prophet یعنی ہیرو بحیثیت نبی ہمارے رسول مقبول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا ہے تو اس میں یہ بھی بیان کیا کہ جب حضور کا ایک بچہ فوت ہوا تو کمال صدق سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اپنے مولا واحد و یگانہ کی عظمت کے اقرار کے ساتھ سر تسلیم خم کیا۔ اور جب کارلائل نے ہیرو بحیثیت پادری کے مارٹن لوتھر کا انتخاب کیا تو اس کی زندگی پر بعینہٖ ایسا واقعہ بیان کیا۔ کہ اپنی بیٹی میگڈلین کی وفات پر اس نے بھی اللہ کی رضا پر راضی ہونے کا اقرار صدق دل سے کیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی اللہ کے پاس جا رہی تھی۔ اور پھر کارلائل لکھتا ہے

For Luther too that was all Islam is all.

یعنی لوتھر کے لئے بھی یہ سب کچھ تھا۔ تسلیم و رضا ہی سب کچھ ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کارلائل نے تسلیم و رضا کے لئے کوئی انگریزی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کے لفظ کو استعمال کر کے جو کہ انگریزی کا لفظ نہیں۔ یہ بتا دیا کہ تسلیم و رضا کی اصل شکل دین اسلام یا اسوۂ محمدی میں دکھائی دیتی ہے۔ جس نے لوتھر کو متاثر کیا۔ اور اسی روح کو عیسائیوں میں زندہ کر کے وہ کلیسا کی اصلاح کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس میں بدقسمتی سے اللہ کی رضا پر غیر اللہ کی رضا کو فوقیت حاصل ہو رہی تھی ؛

خدا داری چہ غم داری

"مصائب گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں۔ کرب اور گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں ہے

خدا داری چہ غم داری

خدا تعالےٰ پر پورا ایمان اور بھروسہ ہو تو پھر انسان کو تنور میں ڈال دیا جاوے۔ اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔ تکالیف کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر راحت ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۲۴۷)

جزائر فجی سے ایک مکتوب
انصار اللہ کے نام

مرکز سلسلہ سے دس ہزار میل کے فاصلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح۔ بزرگانِ سلسلہ اور زیارات مقدسہ کی قدر پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی برکت سے اور حضور انور کی دعاؤں سے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کو بارش سے کہیں زیادہ برستے دیکھا ہے امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کی دعا کی برکت سے جب سے خاکسار نے مشن کا چارج سنبھالا ہے۔ صرف دس ماہ میں نہ صرف سالانہ بجٹ ۱۲۲۰۰ ڈالرز پورا ہو گیا ہے بلکہ بجٹ سے بھی کہیں زیادہ خدا کے فضل سے ۳۳ ہزار ڈالر کی وصولی ہو چکی ہے۔

مسجد فضل عمر کی تعمیر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری ہے جس پر ۵ لاکھ روپے خرچ کا اندازہ ہے۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۷ء جماعت ہائے احمدیہ جزائر فجی کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پندرہ ہزار ڈالرز کے خرچ سے نئی احمدیہ لائبریری و دار المطالعہ تعمیر کروا کر اس کا افتتاح کیا گیا جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بکثرت لوگ آ کر مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ ریڈیو پر ایک درجن سے زائد بار تقاریر کے مواقع مل چکے ہیں جس میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا روحانی پیغام پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں جلسوں پر سینکڑوں احباب ہندو سکھ عیسائی اور مقامی کا دیتی شامل ہو کر خوب مستفیض ہوتے ہیں۔

ملک نہایت خوبصورت اور خوشحال ہے۔ لوگ بہت قدردان اور ملنسار ہیں۔ مکمل مذہبی آزادی ہے جنت نظیر ملک ہے۔ جدھر جائیں ہر طرف سرسبزی و شادابی ہے۔ نہایت خوشنما پھول کھلے نظر آتے ہیں۔ ساحل سمندر کے مناظر بھی بہت دلکش ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے پیارے ملک میں خدمت دین کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحیح رنگ میں مقبول خدمات کی بجا آوری کی بیش از پیش توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

خاکسار۔ دین محمد شاہد ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ و مبلغ انچارج
و نائب صدر مجلس انصار اللہ جزائر فجی

ضلع گجرات کے حلقہ شادیوال کا دو روزہ

تربیتی اجتماع

مجلس انصار اللہ حلقہ شادیوال ضلع گجرات کا دو روزہ اجلاس (اجتماع) مورخہ ۲۶-۴-۷۸ کو ۴ بجے مسجد احمدیہ شادیوال میں منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب مرکزی نمائندہ نے درس قرآن مجید سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات کا دیا۔ نہایت پُر معارف تشریح فرمائی اور فضائل بیان کئے۔

بعدہ خاکسار نے درس حدیث اور ڈاکٹر احمد حسن صاحب چیمہ نے درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیا۔ آخر میں محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب نے تقریر فرمائی۔ جس میں دعا کے فضائل بتائے اور جماعت کو نصائح فرمائیں۔ دوسرا اجلاس رات ۸ بجے شروع ہوا۔ اس موقعہ پر محترم چوہدری شبیر احمد صاحب نے سلائیڈز دکھائیں جن کی وضاحت خود فرماتے رہے۔ یہ پروگرام بڑا پُر لطف رہا۔ چوکنانوالی اور شادیوال کے غیر از جماعت دوستوں نے حصہ لیا۔ کنڈنسر کی خرابی کی وجہ سے ایک گھنٹہ کے پروگرام کے بعد اجلاس ختم ہوا۔

مورخہ ۲۷-۴-۷۸ کو ۴ بجے صبح تمام انصار نماز تہجد کے لئے مسجد احمدیہ میں جمع ہو گئے۔ اور باجماعت نماز ادا کی گئی۔ فجر کی نماز کے بعد پروگرام کے مطابق محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب نے سورۃ تطفیف کا درس دیا۔ اور بہت سے معارف بیان کئے۔ بعدہ محترم مولانا منور احمد صاحب مربی سلسلہ کھاریاں نے حدیث کا درس دیا اور نماز کی فضیلت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد محترم ڈاکٹر احمد حسن صاحب چیمہ نے درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیا۔ اور اجلاس کی کارروائی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ناشتہ وغیرہ ہوا۔

اجلاس دوم کی کارروائی ساڑھے آٹھ بجے صبح شروع ہوئی۔ قرآن کریم اور نظم کے بعد خاکسار نے ذکر حبیب کے موضوع پر تقریر کی۔ مولانا منور احمد صاحب مربی سلسلہ کھاریاں نے ہماری ذمہ داریاں کے موضوع پر نہایت شاندار تقریر فرمائی۔ اور جماعت کو نماز باجماعت کی ادائیگی۔ تبلیغ کرنے اور چندہ کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ اس کے بعد محترم چوہدری فیروز الدین صاحب انسپکٹر تحریک جدید نے تحریکات کی برکات پر روشنی ڈالی اور تلقین کی کہ وعدہ جات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعلان کے مطابق ہر فرد کو کم از کم ۱۲ روپے لکھوانا چاہیئے۔

بعد ازاں چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل نے شانِ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

اچھوتے انداز میں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد محترم مولانا محمد بشیر صاحب شاد مربی گجرات نے بدظنی اور غیبت کی قرآن مجید کی روشنی میں وضاحت فرمائی۔ اور جماعت کے افراد کو نصیحت فرمائی کہ غیبت اور بدظنی جیسی برائیوں سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ کسی فرد کو دوسرے فرد کی تذلیل اور تحقیر نہیں کرنی چاہیئے۔

آخر میں محترم صوفی بشارت الرحمن صاحب نے اختتامی تقریر فرمائی جس میں نظام وصیت پر روشنی ڈالی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ الوصیت میں سے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اور جماعت کے ہر فرد کو وصیت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد عہد دہرایا گیا اور دعا کرائی۔ اس طرح یہ دوروزہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اس اجتماع میں اس حلقہ کی مندرجہ ذیل مجالس نے شرکت کی۔

چوکنانوالی۔ کھوکھر غربی۔ سردکی۔ لنگے۔ دھیر کے۔ گجرات۔ ترکھا۔ شیخ پور۔ سوک کلاں۔

خاکسار سید رفیق احمد ناظم انصاراللہ ضلع گجرات

۱۹۷۸ء کا بجٹ سو فیصد ادا کرنے والی مجالس انصاراللہ کی قسط نمبر ۲

قسط نمبر ۱ کے بعد مندرجہ ذیل مجالس نے اپنے اپنے ۱۹۷۸ء کے بجٹ سو فیصد ادا کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجالس کے عہدہ داران اور اراکین کو اپنے فضلوں سے نوازے۔ اور ان کے اموال اور نفوس میں برکت ڈالے آمین۔

ضلع فیصل آباد۔ چک ۷ ج ب ل۔ ۲۷۷/ر ب ستیانہ
۱۲۷/ر ب چوہڑی سمندری
ضلع سیالکوٹ۔ گھٹیالیاں خورد۔ خوط فتح گڑھ
نارووال۔
ضلع گوجرانوالہ۔ گکھڑ منڈی
" پتھر پارکر۔ ڈگری
" بہاولپور۔ اوچ شریف

ضلع گجرات۔ چک ۹ گرنجش پورہ
" لاہور۔ دارالذکر لاہور
" جیکب آباد۔ گدوبیراج
" نواب شاہ۔ قمرآباد۔ گوٹھ مولوی عبدالسلام عمر۔
دریاخالصری۔ دوڑ
" خیرپور میرس۔ گوٹھ غلام محمد شہانی
گوٹھ فتح دین

(قائد مال مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

رپورٹ اجتماع انصار اللہ سول کوارٹرز پشاور

حسب پروگرام ہمارا سولہواں سالانہ اجتماع مورخہ ۳۰ اپریل و یکم مئی ۱۹۷۸ء بمقام مسجد احمدیہ سول کوارٹرز منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا پروگرام ایک ہفتہ پہلے چھپوا کر تمام جماعتوں اور مجالس کو بھجوا دیا گیا۔ اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ تمام جماعتوں کے عہدہ داروں کو چٹھیاں بھی لکھی گئیں۔ جن میں اجتماع کی اہمیت اور انصار کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس میں شامل ہونے کی تلقین کی گئی۔ الحمد للہ قریباً تمام مجالس کے احباب نے اس اجتماع میں شریک ہو کر روحانی فائدہ حاصل کیا۔ تمام احباب کی رہائش اور طعام کا انتظام نظامت اعلیٰ صوبہ سرحد کے ذمہ تھا۔ چنانچہ احباب کو چائے ناشتہ اور دو وقت کا کھانا پیش کیا گیا۔ اس اجتماع میں مرکز سے مندرجہ ذیل علماء نے شرکت فرمائی اور پروگرام کے مطابق تقاریر فرمائیں۔

۱۔ مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نائب صدر مجلس

۲۔ " " بشارت احمد صاحب بشیر قائد تربیت

۳۔ " چوہدری شبیر احمد صاحب۔ قائد تحریک جدید

ان کے علاوہ مقامی مربی صاحبان مکرم مولوی چراغ الدین مربی پشاور و مکرم مولوی عبدالرشید صاحب ارشد مربی پشاور اور مربی صاحب مردان اور مربی صاحب کوہاٹ نے بھی مختلف موضوعات پر تقاریر فرمائیں بعض جگہ پروگرام میں تبدیلی بھی کی گئی۔ علماء کرام کے علاوہ ناظم ضلع راولپنڈی مکرم بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب اور امیر جماعت راولپنڈی مکرم شیخ عبدالوحید صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ علاوہ ازیں پشاور کے قریباً تمام انصار۔ خدام اور اطفال نیز بیتی۔ نوشہرہ۔ مردان۔ کوہاٹ۔ چارسدہ۔ ڈیرہ شیخ محمدی۔ بازید خیل اچینی پائیاں وسفید ڈھیری و یونیورسٹی کے احباب نے بھی شرکت فرمائی۔ ۳۰ مئی کو ڈھائی سو احباب اور یکم کو ۳۰۰ احباب نے اس مبارک اجتماع میں شرکت فرما کر استفادہ کیا۔ اس اجتماع پر قریباً دو ہزار روپیہ خرچ ہوا جو مخیر احباب سے بطور چندہ اجتماع حاصل کیا گیا۔ غرض یہ اجتماع ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہا۔ کیا بلحاظ حاضری اور کیا بلحاظ انتظامات صفائی روشنی وغیرہ کے اور کیا بلحاظ تقاریر کے الحمد للہ۔ یہ اجتماع ۳۰ اپریل ۵ بجے شروع ہوا اور یکم مئی ۲ بجے بعد دوپہر ختم ہوا

خاکسار رکن الدین ناظم اعلیٰ انصار اللہ صوبہ سرحد

تقرر ناظم اعلیٰ انصار اللہ آزاد کشمیر

صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم شریف احمد صاحب چغتائی کو دسمبر ۱۹۷۹ء تک کے لئے ناظم اعلیٰ آزاد کشمیر مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کا یہ تقرر مبارک کرے۔ اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین

تمام متعلقہ مجالس سے درخواست ہے کہ وہ ناظم صاحب اعلےٰ سے مکمل تعاون فرمائیں۔

(سیکرٹری مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری مرکز میں بھجوانے کے لئے ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ مقرر ہے اگر آپ نے ابھی تک ماہ شہادت/اپریل کی رپورٹ کارگزاری مرکز میں نہیں بھجوائی تو براہ کرم جلد بھجوا دیں۔ ان رپورٹوں پر ہر ماہ قائدین کرام تبصرہ رقم فرماتے ہیں۔ دیر سے آنے والی رپورٹیں تبصرہ سے رہ جاتی ہیں براہ کرم اس کا خیال رکھا جائے۔

(سیکرٹری مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

رسالہ انصار اللہ توسیع اشاعت

کے لئے

آپ کے تعاون کا محتاج ہے

۱۹۶[illegible]ء

ں

م .

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

تحریر فرمودہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اُس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہَوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)